Lesson 6: Al-Maidah (Ayaat 51 - 66): Day 21

سُوۡرَةُ المَآئدة کی تفسیر

وَاِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَهُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ

﴿٦١﴾ اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ کفر لے کر آتے ہیں اور اسی کو لیکر جاتے ہیں اور جن باتوں کو یہ مخفی رکھتے ہیں خدا ان کو خوب جانتا ہے ﴿٦١﴾

یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن اُن کا دِل مسلمان نہیں ہؤا ہوتا۔ کوئی کسی خاص مقصد کے لئے مسلمان ہوتا ہے۔ کچھ لوگ دین کی طرف تو آتے ہیں لیکن مانتے نہیں ہیں۔ کچھ لوگ لیکچر یا وعظ تو سُنتے ہیں لیکن بعد میں تنقید کرتے ہیں۔ دین کی جگھوں سے خالی ہاتھ واپس آتے ہیں۔ اپنی مخالفت دِل میں رکھتے ہیں۔

منافق لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے لوگ کسی مشن اور تحریک کو نقصان نہیں دیتے جو دُور کھڑے رہتے ہیں یا بیٹھ رہتے ہیں۔ زیادہ نقصان وہی دیتے ہیں جو اسلام تو قبول کر لیں لیکن پھر اسلام کی برائیاں کرتے پھریں۔ جو دوسروں سے متاثر ہوں۔ ہم لوگ ایک لمبا عرصہ ہندؤں کے ساتھ رہے تو پاکستانی کلچر پر اُسی کی چھاپ ہے۔ وہ رنگ نظر آتا ہے۔ مدینہ میں لوگ لمبا عرصہ یہود کے ساتھ رہے۔ یہود خود اندھوں میں کانا راجہ بنے ہوئے تھے۔ مدینہ کے لوگ یہود سے کچھ سنتے اور اللہ کے نبیؐ سے کچھ سُنتے تو کنفیوز ہو جاتے۔ کہ کس کی مانیں۔

اپنا محاسبہ کریں۔ کیا ہم صرف لیکچر اور وعظ سنتے ہیں یا ہدایت لینے کی کوشش کرتے ہیں؟

جب تک کوئی دل سے مسلمان نہ ہو جائے اُسے راز نہ بتائے جائیں۔ کوئی بڑا کام نہ دیا جائے۔ اللہ کے نبیؐ کے دور میں اللہ وحی کے ذریعے سے مدد فرما دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی احتیاط سے کام لیا۔ عمرؓ کے دَور میں غیر مسلموں یا نئے مسلمانوں کو حقوق دیئے جاتے لیکن بہت حسّاس قسم کے عہدے نہ دیئے جاتے۔ لیکن اُس کے بعد حالات بدل گئے۔

مسلمان عروج کے بعد زوال کا شکار ہوئے۔ زوال ایک دم نہیں آتا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ اسلام میں آئے جو دِل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بعض لوگ دین کی طرف آ جاتے ہیں۔ قرآن بھی سیکھتے ہیں لیکن مہندی اور بسنت بھی مناتے ہیں۔ جب ہم دین کا خانہ الگ رکھتے ہیں اور باقی کام بھی کرتے رہیں تو معاشرے میں فساد اور فتنے پھیلتے ہیں۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں ﴿٦٢﴾

یعنی دین کی طرف تو آتے ہیں لیکن کفر کی طرف بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ ہماری دوڑ دھوپ کیسی ہے؟

السُّحتَ : عام طور پر یہ لفظ رشوت کے لئے آتا ہے۔ چھلکے کو کہتے ہیں۔ یعنی ظاہر کچھ ہیں لیکن اندر کچھ اور ہے۔ مثال مونگ پھلی باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ۔

یعنی رشوت بظاہر چائے پانی اور تحفہ لیکن اندر سے کسی اور مقصد کے لئے دی جاتی ہے۔

یہود کے دو طبقے تھے۔ یہودی علماء اور عام لوگ۔

الۡاِثۡمِ : ایسا گناہ جس کا تعلق انسان کی اپنی ذات تک ہو۔ یعنی صرف خوٗد متاثر ہو۔

وَالۡعُدۡوَانِ : معنی سرکشی۔ اور ایسا گناہ جس سے دوسروں پر اثر پڑا۔ دوسروں کو بھی نقصان دیا۔

"اور تم دیکھوگے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں ﴿٦٢﴾ "

یہاں عام لوگوں کی بات کی گئی ہے۔ کہ جہالت کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں۔ یعنی گناہ کی بھاگ دوڑ ہے۔ ہمیں اپنے اِرد گرد کیا نظر آ رہا ہے؟ کیا ہمارے آس پاس کے لوگ نیکیوں کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں؟

لَوۡلَا یَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿٦٣﴾ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں ﴿٦٣﴾

اَب علماء کا کام تھا کہ اُن کو منع کرتے۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ لیکن نہیں وہ بہت بُرا کر رہے ہیں۔

الرَّبّٰنِیُّوۡنَ، درویش اور علماء منع نہیں کر رہے تھے۔ یہ بگڑے ہوئے معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

ایسے وقت میں علماء کی ذمّہ داری ہے کہ وہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دلائیں۔ اور گناہوں سے ڈرائیں۔

احبار یہود کے علما کو کہا جاتا تھا اور ربی نصاریٰ۔

لیکن یہاں الرَّبَّانِيُّوْنَ ۔ شیخ، یعنی عابد زاہد، درویش، بزرگ، امام۔ مُراد ہیں۔ نامزد علماء

وَالْاَحْبَارُ : علم دیا۔ ڈگری تھی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ عہدے دار۔ دین دار عالم۔ سکالرز۔

یعنی کسی نے گناہوں پر منع نہ کیا۔ تو پھر معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ پھر عوام کی سطح پر جا کر تنقید نہیں کرتے کیونکہ مقبولیت کم نہ ہو جائے۔ اِن میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جن کو مال اور عہدہ پیارا ہے۔ وہ چپ رہتے ہیں۔ کہ جو ہونا ہے ہو تا رہے۔ ہم ٹھیک ہیں۔ دوسرے وہ جو مشہور اور مقبول ہیں۔ شہرت کے نشے میں ہیں۔ وہ سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے گناہوں سے منع نہیں کرتے۔

حالانکہ دین کا کام بہت ہو رہا ہے معاشرے میں تبدیلی اسی لئے نہیں آتی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہیں ہو رہا ہے۔ سب سے پہلا ذمّہ یہی ہے کہ آپ خود ٹھیک ہو جائیں اور پھر اپنے اِرد گِرد لوگوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل لوگ بُرے ہیں مشرکین مکّہ اس سے بھی زیادہ بُرے تھے۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج آبادی بہت ہے۔ فرعون اور نمرود کے زمانے سے زیادہ نہیں ہے۔

کسی دین کی بات کو جھوٹی تسلی بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ عام لوگوں سے آپ پیار محبت اور خیر خواہی سے بات کریں۔ علماء اور اُستادوں سے سختی سے بات کی جا سکتی ہے کہ آپ اپنی ذمّہ داری کیوں نہیں پوری کر رہے۔

دین والے جب کوئی غلط کام کرتے ہیں تو سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں اس سے زیادہ سختی سے علماء کرام سے کہیں اور بات نہیں کی گئی (یعنی یہ علماء کرام کے بارے میں سخت ترین آیت ہے۔)

اللہ تعالیٰ یہی سکھا رہے ہیں کہ دیکھو یہ یہود کے جملے دیکھو کہ وہ اپنی زبانوں سے بدترین باتیں کرتے ہیں۔ جب دیندار لوگ اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔ (اللہ کے بارے میں اتنی غلط باتیں کرتے ہیں کہ انسان حیران اور پریشان رہ جاتا ہے۔)

لَوْلَا: یہاں غصّے والا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ماضی پر ہو تو ڈانٹ کے لئے ہے۔ اگر مضارع / مستقبل کے لئے ہو تو ابھارنا اور اُکسانا۔ یعنی اہل علم اُٹھ کھڑے ہوں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ كُلَّمَآ اَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو (اس کا ہاتھ بندھا ہوا نہیں) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور (اے محمدؐ) یہ (کتاب) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اور بڑھے گا اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے یہ جب

لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے لیے دوڑے پھرتے ہیں اور خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا﴿۶۴﴾

یعنی انہوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہؤا ہے۔ حالانکہ ان کے تو دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

مَغْلُوْلَةٌ : غ ل ل سے ہے۔ یعنی طوق۔ گلے کی پٹی۔ غِ ل ل دل کا کینہ ہوتا ہے۔

"۔۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور۔۔" یہاں سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اللہ کے دو ہاتھ ہیں۔ احادیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ کوئی بھی بایاں نہیں۔ اللہ صدقہ اپنے سیدھے ہاتھ (یعنی کسی بھی ہاتھ) سے لیتا ہے۔ (ہم یہ نہ سوچیں کہ اللہ کا ہاتھ ہمارے جیسا ہے یا کیسا ہے؟)

اس کو مشاکلہ کہتے ہیں کہ جیسی کوئی بات کرے ویسا ہی جواب دیں۔

لیکن اصل میں یہ "۔۔ ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اور بڑھے گا۔۔"

یعنی اللہ تو سب خزانوں کا ملک ہے۔ یہ اللہ کے رزّاق ہونے کو نظر انداز کر رہے ہین۔ یہود کی جرأت دیکھیں کہ پہلے تو اللہ کے نبیؐ کے خلاف سے باتیں کرتے تھے اور اَب اللہ پر باتیں شروع کر رہے ہیں۔

اللہ کے نبیؐ کے ساتھ بہت لوگ تھے۔ لیکن جب اللہ کے دین کو مال کی ضرورت تھی تو قرآن پاک میں وہ آیت نازل ہوئی کہ "کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے" تو یہود نے مذاق بنا لیا کہ مسلمانوں کا خدا دیکھو قرض مانگ رہا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ یہود اصل میں اللہ کو اُسی رنگ میں دیکھ رہے تھے جیسے وہ چاہتے ہیں۔ یہ اسلامی عبادات کا مذاق اُڑاتے تھے۔

یہاں دو طرح کے رویے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے دلوں میں گھٹن محسوس کرتے ہیں۔

دوسری ابو دحدہ کی مثال۔ اپنا باغ، اپنا گھر دے کر، بیوی بچے لے کر باغ سے باہر نکل گئے۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں دے دیا کیونکہ اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ آخرت میں جنّت میں گھر ملے گا۔

جب دِل بدل جاتا ہے تو لوگ اللہ کے مقابلے پر بھی غلط باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اللہ غنی ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اللہ کے ناشکرے لوگ۔ اللہ کا رزّق دیکھیں۔ بارش دیکھیں۔ اناج دیکھیں۔ لوگوں کی زبانیں بھی غلط باتیں کرتی ہیں۔ کیونکہ حرام کھاتے ہیں۔

آپ کبھی بد دِل نہ ہوں۔ جب لوگ اللہ اور نبیؐ کے نافرمان ہیں تو ہم کیا چیز ہیں۔

جب انسان ظاہری دین پر عمل کرتا ہے تو عبادات پر زور دیتا ہے۔ جب اصل دین کی طرف آتا ہے تو عبادات اور معاملات دونوں کی فکر ہو جاتی ہے۔ عقائد دُرست ہو جاتے ہیں۔

" ۔ عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ ۔ ۔" یہاں قول یعنی باتوں کے بارے میں بھی کہا گیا اور حرام کھانوں کے بارے میں بھی۔ یعنی علماء کو منع کرنا چاہیئے کہ لوگ غلط باتیں نہ کریں اور حلال کھائیں۔ یہ تب ہوتا ہے جب دین کی صحیح سمجھ نہیں ہوتی۔ جب انسان سارا دِن روزہ رکھے پھر روزہ کھول کر کسی سے لڑائی کرے۔ دوسرے دین والے جو اُس کو منع نہ کریں۔ وہ بھی روزے کھول کر ساتھ مل جاتے ہیں۔ یہ کیسا دین ہے؟

جب دین کی اصل روح کو نہیں سمجھ پاتے۔ تو انسان عبادات بھی کرتا ہے اور دھوکے اور فساد بھی کرتا ہے۔ جس کو دین کی صحیح سمجھ آگئی اُس میں تقویٰ آجاتا ہے۔

ہمارے ہاں لوگ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ اللہ پر ناجائز بات نہ کریں۔ سوچ سمجھ کر بولیں۔ مثال: اللہ کو خود دپتا چل جائے جب فاقہ آئے۔ اللہ تو سُنتا ہی نہیں۔ یا کوئی فوت ہو جائے تو کفریہ کلمے کہے۔ اللہ کا کوئی مرے تو پتا چلے، یا اللہ غلط وقت پر فلاں کو لے گیا۔ (نعوذ باللہ) یہ بدبختی کی علامت ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ یہود نے لوگوں کو لڑوانے کی کوشش کی۔

اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے یہ جب لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے لیے دوڑے پھرتے ہیں اور خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿٦٤﴾

ان کی ساری کوششیں یہی ہیں کہ زمین میں فتنے اور فساد ہو جائیں۔

فساد صرف لڑائی ہی نہیں۔ بلکہ معاشرے میں فتنے اور افواہیں پھیلانا بھی فساد ہے۔

آپ دیکھ لیں آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ معصوم شہریوں کی جانیں لی جارہی ہیں۔ جنگوں اور بمباری اور دوسری قسم کے ظلم و ستم سے عوام کا جینا حرام کیا جارہا ہے۔ جس میں نہ صرف جہاں بم پھینکے جارہے ہیں اُن کو نقصان ہو رہا ہے بلکہ جہاں سے پھینکے جارہے ہیں وہاں بھی تابکاری کی وجہ سے ماحول کو آلودہ کیا جارہا ہے۔

اللہ کے نظام میں تبدیلیاں ہمیں تباہی اور بربادی کی طرف لے کر جارہی ہیں۔

ہنری فورڈ ایک عالمی بزنس مین نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ کیسے یہود اور عیسائی مل کر دُنیا پر حکومت کے قبضے کے پلان بنارہے ہیں۔ وہ خود اس پلان کا حصّہ تھا۔

انٹرنیشنل امن مشن کا نام دے کر ایسی سازشیں بنائی جاتی ہیں کہ کس ملک کو کب تباہ کرنا ہے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہم دنیا پر قبضہ کرینگے۔ لیکن وہ کتاب غائب کر دی گئی۔ اور کتاب کو شائع کرنے پر پابندی لگادی گئی۔

اللہ کا اتنا پیارا نظام اور اس میں خلل ڈالا جارہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ بندوں کو ایک خوبصورت نظام دینا چاہتا ہے۔

یہود نے اللہ کے لئے لفظ " يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ "استعمال کیا تھا۔ اصل میں اس کے معنی ہیں۔ ہاتھ تنگ ہونا۔ بخیل کو کہتے ہیں۔۔ عربی میں سخی کے لئے باسط الید کہا جاتا ہے۔

یہود کے ساتھ تاریخ میں بہت کچھ ہوُا۔ تورات کا نظام نافذ نہیں کیا۔ پھر جب اللہ پر تنقید کرنی شرع کی تو آپس میں ہی لڑنے لگے۔

یہاں سے سبق کا اگلا حصّہ شروع ہے؛ یہاں مسئلے کا حل دیا جارہا ہے۔

یہود کو جو کام کہا گیا تھا وہ تو انہوں نے کیا نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ (اگر اہلِ کتاب دو کام کرتے تو اللہ بھی اُن کو دو خوشخبریاں دیتے)

1. اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے
2. اور پرہیز گاری کرتے

تو اِن کو کیا انعام ملتا؟

1) تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیتے (ان کی برائیاں دُور کر دیتے)

2) اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے ﴿٦٥﴾

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَ كَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ‌ؕ مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ‌ ؕ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ مَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٦٦﴾

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے (تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے پاؤں کے نیچے سے کھاتے ان میں کچھ لوگ میانہ رو ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال برے ہیں ﴿٦٦﴾

اَقَامُوا : یعنی اگر وہ اللہ کا نظام نافذ کرتے۔ یعنی اللہ کی کتاب لوگوں کی عملی زندگی میں لے آتے۔ تو کیا ہوتا؟

آسمان اِن پر رزّق برساتا۔ ان کی زمینیں ان پر فضل کرتیں۔ یعنی کھیتیاں۔ فصلیں۔ تیل، سونا، جواہرات اور معدنیات نکلتیں۔

ان میں کچھ اچھے لوگ ہیں۔ لیکن زیادہ تر بُرے لوگ ہیں۔

" اگر یہ باایمان اور پرہیزگار بن جائیں تو ہم ان سے تمام ڈر دور کر دیں اور اصل مقصد حیات سے انہیں ملا دیں۔ اگر یہ تورات و انجیل اور اس قرآن کو مان لیں " ۔ کیونکہ تورات و انجیل کا ماننا، قرآن کے ماننے کو لازم کر دے گا، ان کتابوں کی صحیح تعلیم یہی ہے کہ یہ قرآن سچا ہے اس کی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پہلے کی کتابوں میں موجود ہے تو اگر یہ اپنی ان کتابوں کو بغیر تحریف و تبدیل اور تاویل و تفسیر کے مانیں تو وہ انہیں اسی اسلام کی ہدایت دیں گی، جو نبی کریم ؐ بتاتے ہیں۔ " اس صورت میں اللہ انہیں دنیا کے کئی فائدے دے گا، آسمان سے پانی برسائے گا، زمین سے پیداوار اگائے گا، نیچے اوپر کی یعنی زمین و آسمان کی برکتیں انہیں مل جائیں گی " ۔

اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

اگر ہم قران و سُنّت کا قانون نافذ کر دیں تو یہی انعامات ہمیں ملیں گے۔ مسلمانوں کے لئے یہی اُصول ہے۔ یہ کام صرف حکومتوں کا نہیں ہے۔ یہ ہم سب کا انفرادی عمل بھی ہو سکتا ہے۔ کسی اِدارے کا عمل بھی۔ اگر ہم میں سے کوئی اپنے آپ کو مسلمان اور اللہ والا کہتا ہے تو اللہ کی کتاب کو اپنی زندگی میں نافذ کریں۔ ورنہ پھر اللہ کی سزا کے لئے تیار رہیں۔

یہاں اَقَامُوا لفظ پر غور کریں۔ کتابیں کھڑی نہیں ہوتیں۔ اُن کے قوانین کو نافذ کیا جاتا ہے۔ اُن پر عمل کیا جاتا ہے۔ صرف تلاوت نہیں کرنی، صرف تجوید اور قرأت نہیں کرنی۔ بلکہ قرآن پر عمل کرنا ہے۔ سُنت کو اپنی زندگی میں لانا ہے۔

فطرت کا اُصول یہ ہے کہ فصلیں اُگائیں اور پھر اُسی میں سے بیج کو استعمال کریں۔ لیکن آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہر سال بیج ہم سے لو۔ کھاد بھی ہم سے لو۔ بڑی طاقتوں نے سارا کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا ہوُا ہے۔ آج مسلمان ناکام کیوں ہیں؟

اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اِس آیت پر عمل کر لیں۔ اللہ رزّق بھی دے گا۔ طاقت بھی دے گا۔ مسلمان ظلم و ستم سے بھی بچ جائینگے۔

اس وقت ہم نہ صرف ذہنی طور پر غلام ہیں بلکہ ہماری فصلیں اور زمینیں تک گروی پڑی ہوئی ہیں۔ اچھا اناج، اچھا کپڑا باہر چلا جاتا ہے۔ چائے کافی بڑی طاقتوں کے پاس چلی جاتی ہیں۔

اللہ کی کتاب کی روح سمجھ لیں۔ اس کو نافذ کریں۔ قرآن کو اپنے اوپر نافذ کر لیں۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو سِکھا دیں۔ اللہ کے نبیؐ کی زندگی سے سبق سیکھ لیں۔ پہلے افراد تیار ہوئے تھے پھر قوم بنی تھی۔ پہلے لوگوں کو تربیت دی گئی تھی۔ پہلے سب اچھے مسلمان بنے تھے پھر اچھی قوم اور کامیاب ملک بنتا ہے۔

ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارہ

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی نظام نافذ ہو۔ اللہ کی کتاب قرآن کی تعلیم دی جائے۔ اللہ کا دین سکھایا جائے۔ ہم سب کوشش کر لیں۔ انشاءاللہ یہ ضرور ہو گا۔

اس وقت دُنیا نے سب نظام لاگو کر کے دیکھ لئے۔ سب ناکام ہو چکے ہیں۔ اب انشاء اللہ اسلام کا دَور واپس آئے گا۔ اپنے آپ کو ٹھیک کریں۔ پھر گھر والوں کو۔ پھر آس پاس والوں کو۔ یہ سب ایک رات میں نہیں بدلے گا۔ ہم کوشش کرتے رہیں۔ ہم جو کام کر رہے ہیں، اس کو بہترین طریقے سے کریں۔ زندگی کا مقصد سمجھ لیں۔

اللہ سے دُعا ہے کہ ہمیں اللہ کا دین پھلانے اور سیکھانے والوں میں بنا دے۔ آمین

اور دعا ہے کہ ہم قرآن کا نظام نافذ ہوتا دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ وعدے ہم اپنی زندگی میں دیکھیں۔ آمین

اللہ کے نبیؐ کے دَور میں نظام نافذ ہوُا تھا۔ پھر ابو بکرؓ اور پھر عمرؓ کے دور میں۔ عمرؓ کے دَور میں وہ وقت آیا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

قرآن کا نظام ضرور نافذ ہو گا۔ عیسیٰؑ آئینگے۔ پھر انشاء اللہ ایک انار پورے خاندان کے لئے کافی ہو گا۔ ایک بکری کا دودھ پورے خاندان کے لئے کافی ہو گا، برکتیں ہوں گی۔

قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ پھر آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ آپ کو دِلی سکون مل جائے گا۔ اللہ کے وعدے آپ کو محسوس ہوں گے۔ آپ غم اور دُکھ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اللہ غیب سے آپ کی مدد کرے گا۔ آپ نیّت کر لیں انشاء اللہ آپ کے لئے آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں دین پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین